حديث

المستوى: الأول | 1 | درجہ: اول

إعداد: قسم التعليم ⬯ تیار کردہ: شعبۂ تعلیم

ترجمة وترجمانی: أبو فيصل سميع الله رحمہ اللہ

تحت إشراف

زیر نگرانی

المكتب التعاوني للدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة
ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH
P.O.BOX 29465 ARRIYADH 11457
TEL 4454900 – 4916065 FAX 4970126

الإخلاص في العمل

عمل میں اخلاص اور للہیت

حدیث نمبر:١

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷛ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ». [متفق عليه]

عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عملوں کا دار و مدار نیت ہی پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی (اچھی یا بری) نیت کے مطابق (اچھا یا برا) بدلہ ملے گا۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو گی، اس کی ہجرت انہی کی طرف سمجھی جائے گی۔ اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہو گی''۔

[بخاری و مسلم]

راوی کا تعارف:

یہ عمر بن خطاب ﷛ ہیں، جو ہجرت سے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور وہ خلیفۂ دوم ہیں جن کی مدت خلافت ساڑھے دس سال ہے، آپ ماہ ذو الحجہ ٢٣ ہجری میں شہید کئے گئے۔

فوائد:

❶ اسلام میں ہر عمل کی اساس اور بنیاد نیت ہے۔

❷ جب نیت سچی اور عمل نیک ہو تو اللہ تعالی اسے قبول فرماتا ہے۔

❸ مسلم اپنے دنیوی عمل پر اجر دیا جائے گا اگر اس کی نیت صحیح ہو، اور اس کے سارے اعمال اللہ کی عبادت ہیں- مثلا: مدرس اپنی تدریس میں، طالب اپنی پڑھائی میں، موظف اپنے عمل میں اور تاجر اپنی تجارت میں- یہ لوگ اور ان جیسے دیگر لوگ اللہ کی عبادت میں شمار کئے جائیں گے جب ان کی نیت صالح اور نیک ہو گی۔

❹ جب مسلم کسی نیک عمل کے کرنے کا ارادہ کرے، پھر وہ اسے پائے تکمیل تک نہ پہنچا سکے تو بھی وہ اپنی نیت پر اجر سے نوازا جائے گا۔

❺ اللہ کے لئے خالص نیت دنیا اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے۔

✸✸✸✸✸

طيب الكلام وطلاقة الوجه

اچھی بات اور مسکراتا چہرا

حدیث نمبر:۲

عَنْ أَبِي ذَرّ ﷺ قَالَ: قَالَ لِي النّبِيُّ ﷺ : «لاَ تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئاً، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ» [رواه مسلم برقم: ٦٦٣٧]

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ کہا مجھ سے نبی ﷺ نے: ''بھلائی میں سے کسی چیز کو تم ہرگز حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمہارا ملنا ہو اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ۔''

راوی کا تعارف:

حدیث کے راوی ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں جو نہایت عبادت گزار صحابیوں میں سے ہیں، اور پہلے ایمان لانے والے اور مہاجرین صحابیوں میں سے بھی ہیں۔ ان کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں۔ ان کا انتقال عہد عثمانی میں ۳۲ھ میں ہوا۔

حدیث کا اجمالی معنی:

یہ حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ ایسا کام جس کا شرعی نقطۂ نگاہ سے کرنا بہتر اور بھلا ہو، کسی مسلم کے لئے مناسب نہیں کہ اسے کرنے میں حقارت سمجھے، نیز ایک مسلم کو چاہئے کہ وہ اپنے دوستوں سے خندہ پیشانی، خوشی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملے، کیونکہ انسان کا ظاہر اس کے اندر کی ترجمانی کرتا ہے، اس لئے اپنے مسلم بھائیوں سے اس انداز سے ملنا حقیقت میں ان کے اندر محبت اور سرور کو اُجاگر کرتا ہے۔

فوائد:

❶ نیک کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

❷ ساتھیوں کے ساتھ نرمی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا۔

❸ اسلامی بھائی چارگی کو مضبوط بنانے والی چیزوں پر اُبھارنا۔

❹ اپنے بھائی کے چہرہ میں خوشی کا اُجاگر کرنا نیکی ہے۔

✸ ✸ ✸ ✸ ✸

الدال على الخير كفاعله

بھلائی کی طرف بلانے والااس کے کرنے والے کی طرح ہے

حدیث نمبر:۳

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ أَنّ رَسُولَ اللّه ﷺ قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً. وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلاَلَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لاَ يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا». [رواه مسلم برقم: ٦٧٥٠]

ابوہریرہ﷛سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہدایت اور صحیح راہ کی طرف دعوت دی،اس کے لئے اسی قدر اجر اور ثواب ہے جس قدر اس پر چلنے والے کے لئے ہے،اور یہ ان کی نیکیوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا،اور جس نے ضلالت اور گمراہی کی طرف بلایا،تواس پر گناہ ہے ان کے گناہوں کی طرح جواس پر چلے،اور یہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔''

راوی کاتعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی﷛ہیں،غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے،اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کولازم پکڑلیا،اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کااجمالی معنی:

ہمارے رسول ہادی اعظم ﷺ اپنی امت کو خیر اور نیک کام کرنے اور اس کی طرف اوروں کو دعوت دینے کی طرف ترغیب دیتے ہیں،اور یہ کہ جس نے دوسروں کو ہدایت کی طرف رہنمائی کرے گا اسے اللہ کی طرف سے عظیم ثواب ملے گا،نیز اس داعی (خیر کی طرف بلانے والا) کا ثواب اس کار خیر پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ بھی کمی اور نقص نہیں کرے گا۔ حدیث نبوی ہے: «مَنْ

دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ فَعَلَهُ» یعنی ”جس نے بھلائی کی بات بتلائی تو اس کے لئے ویسا ہی صلہ اور نیکی ہے جس طرح اس پر عمل کرنے والے کے لئے ہے۔“ اور جس نے کسی کو فریب دے کر کسی گناہ کے کام کی طرف بلایا خواہ وہ گناہ معمولی اور تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، یا اس گناہ کو کرنے کا حکم دیا یا اس پر کسی طرح سے اس کی مدد کی، تو اس پر اسی قدر گناہ کا بوجھ ہے جس قدر اس گناہ پر عمل کرنے والے پر ہے۔

تو آپ ذرا غور کریں ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی شریعت سے منہ موڑ کر بے نیازی اپناتے ہیں اور خود ساختہ قوانین پر عمل کرتے ہیں اور ان الحادی مذاہب پر عمل کرتے ہیں جو تباہ کن اور خطرناک ہیں، یہ تمام لوگ اللہ کی کتاب سے اعراض کرنے والے اور صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، ان پر ان تمام انحرافات کا گناہ پڑے گا جس کی وجہ سے نوجوان صحیح سچی راہ اور اللہ کے دین مستقیم سے دور ہو جائیں گے۔

فوائد:

❶ اس حدیث میں خیر کی طرف دعوت دینے اور اس کی طرف رغبت دلانے کی فضیلت ہے، اور یہ کہ اس پر اللہ کی طرف سے عظیم ثواب ہے۔

❷ بھلائی کی طرف بلانے والے (داعی) کا ثواب اس پر عمل کرنے والے کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔

❸ جو بدعت یا ضلالت کی طرف بلائے یا لوگوں کو اللہ کے دین سے دور اور منحرف ہونے کا سبب بنے اس کے لئے سخت وعید ہے۔

✸ ✸ ✸ ✸ ✸

من آداب الأكل والشرب

کھانے پینے کے آداب اور طور طریقے

حدیث نمبر:۴

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنْتُ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي: «يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِينِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ» [رواه مسلم برقم: ٥٢٢١]

عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ: میں رسول اللہ ﷺ کی پرورش یعنی کفالت میں تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اے بچے! بسم اللہ پڑھو، اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور جو تمہارے قریب ہے اس میں سے کھاؤ۔“

راوی کا تعارف:

یہ عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہما ہیں، رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آپ کی پرورش ہوئی، ۲ ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا، مدینہ میں ۸۳ ھ میں وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث میں کھانا کھانے سے پہلے ”بسم اللہ“ کہنے اور داہنے ہاتھ سے کھانا کھانے کی دلیل ہے، نیز بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی حرمت پر بھی دلیل موجود ہے، اس لئے کہ یہ شیطان کا فعل اور اس کی عادت اور وطیرہ ہے۔ مسلم کو فاسقوں کے طور طریقوں سے اجتناب برتنے کو کہا گیا ہے، تو شیطانی فعل سے بدرجہ اولی بچنا چاہئے۔ نافع کی روایت میں اتنا اضافہ ہے: (اَلأَخْذُ وَالْعَطَاء) یعنی کسی سے کچھ

لینا ہو یا دینا ہو تو داہنے ہاتھ ہی کا استعمال ہو۔اسی طرح سے جو کھانے سب سے قریب تر ہو **مسلم** اس میں سے کھائے۔

فوائد:

❶ کھانا شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا مشروع ہے۔

❷ اگر تم شروع میں ''بسم اللہ'' کہنا بھول گئے تو یاد آنے پر کہو: (بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ) یعنی اللہ کے نام سے شروع میں اور آخر میں۔

❸ جب تم کھانا کھاؤ تو داہنے ہاتھ سے اور پانی پیو تو داہنے ہاتھ سے پیو۔

❹ کھانے اور پینے کے بعد ''الحمد للہ'' کہنا۔

❺ جب کھانے پر بیٹھو تو اپنے سے قریب تر کھانا کھاؤ۔

✸✸✸✸✸

من آداب العطاس

چھینک کے آداب

حدیث نمبر:۵

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللَّهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ» [رواه البخاري: ٥٩٨٩]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی چھینکے تو اس کو چاہئے کہ وہ الْحَمْدُ لِلَّهِ کہے، اور اس کے جواب میں اس کا دینی بھائی یا ساتھی اس کے لئے یَرْحَمُكَ اللهُ کہے، پس جب یہ اس کے لئے یَرْحَمُكَ اللهُ کہے، تو پھر چھینکنے والا اس کے جواب میں یَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔

راوی کا تعارف:

یہ عبدالرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنیٰ:

یہ حدیث چھینکنے والے پر اللہ کی عظیم نعمت کی دلیل ہے، کیوں کہ اس سے کئی بھلائیاں مترتب ہوتی ہیں۔ نیز اس کے اندر اللہ کا اپنے بندوں پر عظیم فضل واحسان کا اشارہ بھی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے عطاس یعنی چھینک جیسی نعمت کے ذریعہ اس کو لاحق ہونے والے ضرر اور بیماری سے نجات دے دی، جس کی بناپر اس کے لئے الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا مشروع کیا جس پر اسے ثواب ملے گا، اور پھر خیر اور

بھلائی کی دعا کرنا اس شخص کے حق میں جو اسے اس چھینک پر خیر کی دعا کا جواب دے یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہے۔

چونکہ عاطس یعنی چھینکنے والے کو چھینک کے ذریعہ اللہ کی طرف سے بہت بڑا سکون و آرام اور عظیم راحت حاصل ہوتی ہے، بایں طور کہ اس چھینک سے اس کے دماغ میں پھوٹی ہوئی بدبودار ہوا اور ضرر رساں چیز خارج ہو جاتی ہے کہ اگر وہ یوں ہی اس کے دماغ میں باقی موجود رہے تو اس سے عظیم خطرناک مہلک بیماری لاحق ہو سکتی ہے، اسی لئے اس چھینک جیسی عظیم نعمت و کرم کے صلے میں جو کہ بدن کو جھنجھوڑ اور ہلا کر رکھ دیتی ہے جس طرح کہ زمین کو زلزلہ جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے پھر بھی آدمی کے تمام اعضاء جسمانی اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح سلامت اور اپنی اصلی جگہوں پر باقی رہتے ہیں اللہ تعالی نے الْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا اس کے لئے مشروع قرار دیا۔

فوائد:

❶ جہاں تک ہو سکے چھینک کی آواز کو ہلکی رکھے۔

❷ چھینکنے کے وقت منہ پر ہاتھ یا دستی رکھنا چاہئے۔

❸ چھینکنے والا چھینک کے وقت الْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔

❹ چھینکنے والا جب الْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کے جواب میں سننے والا یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہے۔

❺ جس نے یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہا اس کے جواب میں چھینکنے والا پھر اس کے لئے یَهْدِيكُمُ اللّٰہُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔

❻ چھینکنے والے کو دعا دینے پر لوگوں کو ابھارنا، اس طرح مسلمانوں کے درمیان میل محبت اور الفت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

التّرغيب في الصّدق والتّحذير من الكذب

سچ بولنے کی ترغیب دینااور جھوٹ بولنے سے منع کرنا

حدیث نمبر:٦

عَنْ عَبْدِاللّهِ بْنِ مَسْعُودٍ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ «عَلَيْكُمْ بِالصّدْقِ، فَإِنّ الصّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرّ، وَإِنّ الْبِرّ يَهْدِي إِلَى الْجَنّةِ، وَمَا يَزَالُ الرّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرّى الصّدْقَ حَتّىَ يُكْتَبَ عِنْدَ اللّهِ صِدّيقاً. وَإِيّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النّارِ، وَمَا يَزَالُ الرّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرّى الْكَذِبَ حَتّىَ يُكْتَبَ عِنْدَ اللّهِ كَذّاباً». [رواه مسلم برقم: ٦٥٨٦]

عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے،انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیوں کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے،اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے، آدمی مسلسل سچ بولتا ہےاور ہمیشہ اسے سچ ہی کی تلاش رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق یعنی بالکل سچا لکھا جاتا ہے۔اور تم جھوٹ بولنے سے سخت بچو،اس لئے کہ جھوٹ فسق وفجور یعنی بداخلاقی برے اور گھٹیا کردار کی طرف لے جاتی ہے،اور فسق وفجور نار جہنم کی طرف لے جاتے ہیں، آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہےاور اسے ہمیشہ جھوٹ ہی کی تلاش رہتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے۔‘‘

راوی کا تعارف:

یہ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسعود ہیں، پہلے اسلام لانے والے صحابہ ﷺ اجمعین میں سے ہیں، ان کا شمار ذہانت والے ذی علم اور فقہائے صحابہ میں ہوتا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں یاد کیں، ان کا انتقال مدینہ میں ٣٢ ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث شریف میں اس بات کی طرف صاف اشارہ موجود ہے کہ جو شخص سچائی اپناتا اور اسی کی تلاش وجستجو میں رہتا ہے اس کی تمام گفتگو میں سچ ہی رچا بسا ہے، تو اس طرح سچائی اس کی عادت بن جاتی ہے۔اور جو شخص جھوٹ اور کذب کو اپناتا ہے اور ہمیشہ اسے جھوٹ اور کذب ہی بولنے کی عادت ہے، تو اس طرح جھوٹ اس کی عادت بن جاتی ہے۔بنا بریں یہ دونوں صفتیں یعنی سچ اور جھوٹ آدمی کی اپنی عادت بنانے پر منحصر ہیں، جو سچ کی عادت بنائے اور اس پر چلے اور قائم رہے اس کی عادت سچ کی پڑ جاتی ہے،اور جو جھوٹ کو اپنائے اور اس پر چلے اس کی عادت جھوٹ کی پڑ جاتی ہے۔

یہ حدیث سچائی کے مقام بلند اور اس کی عظمت شان پر دلالت کرتی ہے اور سچ آدمی کو اپنے ساتھ جنت میں لیجائیگی، اسی طرح یہ حدیث کذب کی قباحت عظیم پر دلالت کرتی ہے اور یہ کذب اپنے ساتھی کو نار جہنم میں لیجائیگی۔

فوائد:

❶ صدق اور سچائی اخلاق حمیدہ یعنی بہترین اخلاق میں سے ہے جن پر چلنے اور اپنانے کے لئے اسلام نے ہمیں رغبت دلائی ہے۔

❷ اسلام کے اصولوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ آدمی کی بات ہمیشہ وہی ہو جو اس کے دل میں ہے یعنی قول دل کا سچا ترجمان ہو۔

❸ صدق اور سچائی دنیا اور آخرت میں نجات کے لئے سب سے اچھا اور بہترین وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

❹ جس مومن کی خوبی صدق اور سچائی ہو وہ اللہ تعالی اور انسانوں کے نزدیک محبوب اور ہوتا ہے۔

❺ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو یہی تعلیم دینی چاہئے کہ صدق ہی دنیا و آخرت میں نجات کا اچھا

طریقہ ہے۔

❻ جو تعلیمی کام یعنی ہوم ورک دیئے گئے، گھر سے مکمل کر کے لانے کے لئے اس میں کوتاہی اور نہ کر کے لانے کے سلسلے میں جب مدرس سوال کرے تو بالکل صحیح اور سچی بات بتلانا چاہئے۔

❼ کذب اور جھوٹ بد ترین عادت ہے، اسلام نے اسے حرام کیا اور اس سے روکا ہے۔

❽ جس کی خصلت اور عادت کذب اور جھوٹ کی پڑ گئی ہے اس کو نصیحت کرنا اور جھوٹ چھوڑ کر صدق اور سچائی اپنانے کی تلقین اور نصیحت کرنا واجب ہے۔

❾ کذب اور جھوٹ نار جہنم میں لے جانے کا راستہ ہے (اللہ کی پناہ)۔

✸✸✸✸✸

فضل السلام والأمر بإفشائه

سلام کی فضیلت اور اسے عام کرنے اور پھیلانے کا حکم

حدیث نمبر:۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ﷺ «أنّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: أَيّ الإِسْلامِ خَيْرٌ؟ قال: تُطْعِمُ الطّعامَ وَتَقْرَأُ السّلامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لم تَعْرِفْ» [رواه البخاري برقم: ۲۸]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کونسی چیز اسلام میں زیادہ خیر و برکت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم کھانا کھلاؤ (غریب و مسکین وغیرہ کو)، اور ہر جانے انجانے آدمی سے سلام کرو۔''

راوی کے تعارف:

یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی قبیلۂ قریش سے ہیں، ان کا سلسلۂ نسب نبی ﷺ سے آپ کے دادا کعب بن لوئی میں جا کر مل جاتا ہے۔ پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین میں سے ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

''السلام'' اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک ہے، جب بندۂ مسلم کہتا ہے ''السلام علیکم'' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اللہ کی حفاظت اور رعایت میں رہو جس طرح اللہ تعالی اپنے علم اور قدرت کے ذریعہ تمہارے ساتھ ہے، اور اللہ تمہارا ساتھی ہو یعنی تمہاری دیکھ ریکھ فرمائے۔ اور دوسرا معنی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ''السلام'' کا معنی ''السلامۃ'' ہے، یعنی اللہ کی سلامتی تمہارے ساتھ ہمیشہ قائم ودائم رہے۔ کم سے کم سلام یہ ہے کہ کہے ''السلام علیکم'' خواہ جس سے سلام کیا ہے وہ اکیلا ہی کیوں

نہ ہو، یہ سلام در حقیقت اس کو اور اس کے ساتھ موجود فرشتوں کو بھی شامل ہے۔ اور مکمل ترین سلام یہ ہے کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کا اضافہ کرے۔ جس پر سلام کیا ہے اگر وہ ایک ہی شخص ہے تو اس پر سلام کا جواب دینا فرض عین ہے، لیکن اگر زیادہ لوگ ہیں یعنی جیسے کہ ایک جماعت ہے تو پھر ایسی شکل میں ان سب کے حق میں فرض کفایہ ہے، یعنی اگر ان میں سے ایک نے یا کچھ نے اس کا جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

فوائد:

❶ سلام کرنا سنت ہے، اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔

❷ صباح الخیر (Good Morning) یا مساء الخیر (Good Evening) دین اسلام میں اس طرح کے سلام کرنے کا طریقہ ثابت نہیں ہے۔

❸ جانے انجانے ہر مسلم کو سلام کرنا مشروع ہے۔

❹ لفظ ''السلام علیکم'' بول کر اشارہ کے ذریعہ سلام کرنا جائز ہے اگر تمہارا ساتھی تمہاری آواز کو نہیں سن پا رہا ہے۔

❺ ٹیلیفون پر پہلے مخاطب سے سلام کرنا چاہئے۔

❻ مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت سلام کرنا چاہئے۔

❼ فقراء، مساکین، محتاج اور یتیم وغیرہ کو کھانا کھلانے اور سلام کو عام کرنے کی ترغیب دینی چاہئے۔

✱✱✱✱✱

آداب قضاء الحاجة

پائخانہ کے آداب

حدیث نمبر:۸

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ» [رواه البخاري برقم: ٦٠٨٤]

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيّ ﷺكَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: «غُفْرَانَكَ» [رواه الترمذي برقم: ٧]

انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو کہتے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»یعنی اے اللہ! میں خبیث جن کے دونوں جنس یعنی مردوں اور عورتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو فرماتے: «غُفْرَانَكَ»یعنی اے میرے رب! میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔

راوی کا تعارف:

یہ انس بن مالک ﷺ ہیں، انصاری صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے، یہ بھی زیادہ حدیثوں کے راوی ہیں۔

یہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں، رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں، بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں، ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

دونوں حدیث کا اجمالی معنی:

جہاں بیت الخلاء بنے ہیں ان میں قضاء حاجت کے لئے جاتے وقت مذکورہ دعا پڑھنی چاہئے، اسی طرح

جہاں کہیں بھی آپ قضاء حاجت کے لئے جائیں خواہ وہاں بیت الخلاء نہ بنے ہوں جیسے کہ دیہات وغیرہ میں کھیتوں، نالوں یا صحرا میدان وغیرہ میں تو آپ وہاں بھی قضاء حاجت کے وقت یہ دعا پڑھیں، کیونکہ وہاں بھی شیاطین پہنچ جاتے ہیں۔انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے تھے، تو ہمیں بھی آپ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے پڑھنی چاہئے۔

فوائد:

❶ قضاء حاجت کی جگہ میں داخلہ کے وقت «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ» پڑھنا مستحب ہے۔

❷ بیت الخلاء یا حمام میں داخلہ کے وقت بایاں پیر اور نکلتے وقت دایاں پیر نکالنا مستحب ہے۔

❸ قضاء حاجت کی جگہ سے نکلنے کے بعد «غُفْرَانَكَ» کہنا مستحب ہے۔

❹ حمام وغیرہ میں اللہ کے ذکر واذکار سے پرہیز کرنے اہتمام کریں۔

❺ حمام میں اللہ کے ذکر کرنے سے لوگوں کو روکنا چاہئے۔

✸✸✸✸✸

التحذير من الغضب

غصہ سے روکنا

حدیث نمبر:۹

عَنْ أَبي هُرَيْرَةَ ﷺ أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِلنَّبيِّ ﷺ: أَوْصِنِي. قَالَ: «لا تغضب» فَرَدَّدَ مِرَارًا, قَالَ: «لاَ تَغْضَبْ» [رواه البخاري برقم: ٥٨٨٨]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے، آپ ﷺ نے کہا: ''غصہ مت کر''اس نے بار بار اپنی بات دہرائی کہ کچھ نصیحت کیجئے، تو آپ ﷺ نے اسے ہر بار یہی جواب دیا کہ ''غصہ مت کر۔''

راوی کا تعارف:

یہ عبد الرحمن بن صخر الدوسی رضی اللہ عنہ ہیں، غزوۂ خیبر کے سال ۷ھ میں اسلام لائے، اور علم دین کے خاطر رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور آپ صحابیوں میں سب سے زیادہ حدیثوں کے حافظ تھے۔

حدیث کا اجمالی معنی:

غیظ وغضب اور غصہ سے باز رہنے اور روکنے پر اس حدیث میں دلیل موجود ہے، نیز غصہ دلانے والے حالات اور اسباب سے اجتناب اور پرہیز ضروری ہے۔ ایسے ہی ان چیزوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں ہونی چاہئے جو خواہ مخواہ غصہ پیدا کردے۔ نبی کریم ﷺ نے سوال کرنے والے کو صرف غصہ سے باز رہنے ہی کی وصیت کی، یہ اسلئے کہ وہ بہت زیادہ غصہ ور انسان تھے، اور رسول اللہ ﷺ ہر آدمی کو وہی فتویٰ دیتے تھے جس کا وہ واقع الامر میں زیادہ مستحق اور لائق ہوتا تھا۔ اس طرح رسول اکرم ﷺ نے اپنے اس قول «لاَ تَغْضَبْ» میں دنیا اور آخرت کی خیر اور بھلائی جمع کردی، اسلئے کہ غضب کا انجام کار قطع تعلق اور ایک کا دوسرے سے الگ ہو جانا ہوتا ہے اور رفق ومحبت کا ختم ہو جانا ہوتا ہے، نیز یہ غضب

آدمی کوایسی راہ پر چلادیتا ہے جس سے وہ مغضوب علیہ یعنی جس پر غصہ ہوا ہے،ایسی تکلیفیں پہنچادیتا ہے جو کسی بھی صورت میں روااور جائز نہیں ہوتا ہے، تو پھراس طرح سے غصہ ور کے دین میں نقص اور کوتاہی واقع ہو جاتی ہے۔

فوائد:

❶ اسلام نے غضب اور غصہ سے روکا ہے کیونکہ اس کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔

❷ غضب سے بچنا چاہیئے اسلئے کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

❸ مسلم بغیر حق کے کسی پر غصہ نہیں ہوتا۔

❹ حلم اور بردباری اور سنجیدگی اچھی صفات میں سے ہیں۔

❺ جو زیادہ غصہ ہوتا ہے وہ زیادہ پشیمان اور نادم ہوتا ہے۔

✸ ✸ ✸ ✸ ✸

حسن الخلق

پسندیدہ اخلاق

حدیث نمبر:١٠

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: «لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلاَقًا». [رواه البخاري برقم: ٣٤١٩]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا: اللہ کے نبی کریم ﷺ اپنے قول و عمل میں بد خلق یعنی گندے اور برے اخلاق والے نہیں تھے، اور نہ ہی بد خلقی کو پھیلانے والے تھے، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''تم میں جو نیک اور شریف لوگ ہیں وہ اخلاق میں بھی اچھے ہیں۔''

راوی کے تعارف:

یہ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی قبیلۂ قریش سے ہیں، ان کا سلسلۂ نسب نبی ﷺ سے آپ کے دادا کعب بن لوی میں جا کر مل جاتا ہے۔ پہلے اسلام لانے والے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین میں سے ہیں، آپ سے بھی بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ حسن خلق یعنی بہترین پسندیدہ اخلاق والے تھے، آپ ﷺ نہ تو قول و عمل میں فحش اور برے تھے اور نہ ہی فحش اور گھٹیا اخلاق کو پھیلانے والے تھے۔ "الفُحش" کہتے ہیں ہر وہ چیز جو اپنے مقدار اور دائرۂ حدود سے باہر نکل جائے، یہاں تک کہ وہ معیوب، قبیح اور ذلت والی چیز سمجھی جائے، اور یہ قبیح اور معیوب چیز قول، فعل اور صفت تمام چیزوں کے اندر ہوتی ہے. "الفَاحِش" ایسا شخص جو فحش اور بری چیز کہے. "المُتَفَحِّش" ایسا شخص جو فحش اس لئے

کہتے تاکہ اسے سنکر لوگ ہنسیں. آپﷺ نے فرمایا ہے: «إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ فَاحِشٍ مُتَفَحِّشٍ))''اللہ تعالی کسی فاحش اور متفحش کو پسند نہیں کرتا ہے''۔

فوائد:

❶ اس حدیث سے اسلامی نظام حیات کی عظمت ظاہر ہوتی ہے. یہ شریعت اسلامی تمام مسلمانوں کو کریمانہ افضل اخلاق اپنانے کی تعلیم دیتی ہے. بطور مثال کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانے سے باز رہنا، مسکراہٹ اور خندہ پیشانی سے لوگوں کا استقبال کرنا، خیر اور بھلائی کا معاملہ اور برتاؤ کرنا۔

❷ اخلاق فاضلہ کو اپنانا اور ذلیل اور گھٹیا عادتوں کو ترک کر دینا واجب ہے۔

❸ قیامت کے دن حسن خلق والے آدمی کو رسول اکرمﷺ کے مقام اور منزل کے قریب کر دے گا۔

❹ ہر مسلم ایک دوسرے کا احترام کرے اور آپس میں اپنے معاملات کو حسن خلق کے ذریعہ نپٹائے۔

❺ جو اخلاق حسنہ کو اپنائے گا اسے اللہ تعالی کی محبت حاصل ہو گی۔

❻ لوگوں میں اچھے اور شریف لوگ ہی اخلاق حسنہ کے حامل ہوتے ہیں۔

✸✸✸✸✸

العفو والتسامح

معافی اور در گزر

حدیث نمبر:١١

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا ، فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ, وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ لِنَفْسِهِ إِلاَّ أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ» [رواه البخاري برقم: ٥٨٩٨]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ دنیاوی معاملات میں جب بھی کسی دو چیزوں کے درمیان ایک چیز کو اپنانے کے لئے اختیار دئے گئے، تو اس میں سے جو سب سے زیادہ آسان چیز تھی اسی کو اختیار کیا، بشرطیکہ وہ گناہ اور اثم نہ ہو۔ اگر وہ چیز اثم اور گناہ والی ہوتی تو آپ ﷺ لوگوں سے کہیں زیادہ بڑھکر اس سے دور رہنے والے ہوتے، نیز اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی میں کبھی بھی اپنے نفس کے لئے کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا، لیکن اگر اللہ کی حرمات (یعنی محترم کردہ چیزوں) کی پامالی اور بے عزتی کی جاتی تو اس وقت آپ ﷺ اللہ کے لئے اس پر انتقام لیتے۔"

راوی کا تعارف:

یہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں، رسول اللہ ﷺ کی زوجۂ محترمہ ہیں، بڑی فقیہہ اور عالمہ تھیں، ان سے بہت زیادہ حدیثیں مروی ہیں۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ دین اسلام بہت ہی آسان دین ہے، اور اس میں تسامح یعنی عفو ودرگذر کو مقام بلند حاصل ہے، نیز یہ حدیث اس پر بھی واضح دلیل ہے کہ جب بھی پیارے

رسول ﷺ کو اُمور دنیا میں سے دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں جو سب سے سہل اور آسان تر چیز تھی اسی کو اپنایا بشرطیکہ وہ آسان چیز کسی حرام پر مشتمل نہ ہو، اور اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ ﷺ رشد و بھلائی کی چیز کو اپناتے۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اوپر ہوئے کسی ظلم وزیادتی کا کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا جیسا کہ آپ ﷺ نے اس اعرابی یعنی (دیہاتی) کو معاف کردیا جس نے آپ پر مارنے کیلئے تلوار بلند کی۔ اور اسی طرح اس شخص کو بھی معاف کردیا جس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر اتنی شدت سے کھینچی کہ آپ کے گلے اور کندھے پر اس کی شدت رگڑ سے نشان پڑ گئے، یہ تمام واقعات تسامح یعنی عفوودرگذر کے سلسلے میں تابندہ دلیل ہیں، البتہ اللہ کے حقوق میں تسامح نہیں۔

فوائد:

❶ یہ واضح کرنا اور بتلانا ہے کہ دین اسلام سراپا آسان اور تسامح کا دین ہے بشرطیکہ اس میں کہیں گناہ اور اللہ کی نافرمانی کی چیز نہ ہو۔

❷ عفوودرگذر اور تسامح مسلمانوں کے اندر آپسی میل و محبت، الفت ورحمدلی اور بھائی چارگی کی واضح دلیل ہے۔

❸ پیارے رسول ﷺ کے عفوودرگذر اور ان کے صبر وضبط میں ہمیں ان کی اقتداء کرنی چاہیے۔

❹ جو مسلم عفوودرگذر سے کام لیتا ہے (یعنی اپنے اوپر ہوئے مظالم کو معاف کردیتا ہے) اللہ تعالی بروز قیامت اسے اجر عظیم سے نوازے گا۔

❺ عفوودرگذر بندوں کے اپنے خاص حقوق کے اندر ہے، اللہ کے حقوق کے اندر عفو وتسامح نہیں ہے۔

❻ عفو ودر گذر کسی کمزوری اور عاجزی وبیبسی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اللہ کے نزدیک اجر عظیم کے حصول کی خاطر ہو۔

❼ دین کے اندر کسی منکر یعنی غیر شرعی چیز کو دیکھکر اس پر سکوت اختیار کرنااور چپ رہنا یہ عفو اور تسامح میں داخل نہیں ہے۔

✸✸✸✸✸

تأثير الأصدقاء على الإنسان

انسان پر دوستوں کی صحبت کا اثر

حدیث نمبر:١٢

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً. وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً» [رواه البخاري برقم: ٥٣٣٠]

ابو موسی الشعری ﷺ سے روایت ہے،انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نیک ساتھی کی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کستوری اٹھانے والا اور آگ کی بھٹی دھونکنے والا ہو۔ چنانچہ کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے (کستوری) دے دے گا یا تو خود اس سے خرید لے گا۔(یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تب بھی) یا یہ کہ تو اس سے پاکیزہ خوشبو پالے گا۔اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا، یا پھر تو اس سے بدبودار بو پائے گا۔"

راوی کا تعارف:

ابو موسی عبداللہ بن قیس بن مسلم الاشعری ہیں، آپ بہت مشہور صحابی جلیل ہیں، شہر کوفہ پر آپ امیر یعنی گورنر بنائے گئے،اور ۵۰ ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

حدیث شریف کے اندر نہایت واضح دلیل اور ثبوت موجود ہے کہ نیک ، صالحین اور اخلاق کریمانہ رکھنے والے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور ان کی صحبت کا آدمی کی سعادت اور شریف بننے میں بڑا زبردست اثر پڑتا ہے، اور ہر ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے، اروا س کے برعکس گھٹیا اخلاق

والوں اور برے کردار والوں کی صحبت انسان کو بدبخت اور کمینہ صفت والا بننے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ان دونوں مثالوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر کے ہر ایک کی حقیقت حال سے مطلع کر دیا ہے۔

فوائد:

❶ دین اسلام نے اس کا بڑا اہتمام کیا ہے کہ مسلم اپنے بچوں کو صالحین کی مجلس اور ان کی صحبت اپنانے کی تلقین کریں۔

❷ انسان خیر و شر میں اپنے دوست کی صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔

❸ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اپنانے پر رغبت دلانا۔

❹ نیک اور صالحین کی صحبت کا یہ عظیم فائدہ ہے من جملہ دیگر فائدوں میں سے کہ وہ انسان کی خیر کے اندر تعاون اور مدد کرتے ہیں اور شر اور بری چیزوں سے ڈراتے اور روکتے ہیں۔

❺ مسلم کو چاہئے کہ وہ بری خصلت اور بد دینی کردار رکھنے والے لوگوں کی صحبت اپنانے سے دوسروں کو روکیں جیسے کہ نماز نہ پڑھنے والے، سگریٹ پینے والے، جوا وغیرہ کھیلنے والے لوگ۔

✸✸✸✸✸

حفظ اللسان واليد من التعدي

زبان اور ہاتھ کو ظلم وزیادتی سے بچانا

حدیث نمبر:۱۳

عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ ﷛ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّهِ! أَيُّ الإِسْلاَمِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ» [رواه البخاري برقم: ١١]

ابو موسی الاشعری ﷛ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ کون سا اسلام افضل ہے؟ (یعنی اسلام میں کون سا کام افضل ہے؟) تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ’’ایسا شخص کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلم محفوظ رہیں۔‘‘

راوی کا تعارف:

ابو موسی عبداللہ بن قیس بن مسلم الاشعری ہیں، آپ بہت مشہور صحابی جلیل ہیں، شہر کوفہ پر آپ امیر یعنی گورنر بنائے گئے، اور ۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حدیث کا اجمالی معنی:

اس حدیث میں زبان کو قابو اور حفاظت میں رکھنے کی دلیل ہے، (یعنی زبان کو غلط بات، غیبت، چغلخوری، گالی گلوچ سے بچا کے رکھنا) اس لئے کہ ایک مسلم کا اپنے بھائی کو تکلیف اور غم پہنچانے سے باز رہنے پر محافظت کرنے کی سخت تاکید ہے۔ یہاں زبان کو اس لئے خاص کر ذکر کیا گیا ہے کہ دل کی ترجمانی زبان ہی کرتی ہے۔۔اسی طرح اس حدیث میں ہاتھ کو قابو اور بچا کر رکھنے کی بھی دلیل ہے، اس لئے کہ اکثر وبیشتر کام ہاتھ ہی سے انجام دئے جاتے ہیں، دیگر اعضاء کو چھوڑ کر صرف ہاتھ کو ذکر کرنے میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ ہر کام کے انجام دینے میں معنوی طور پر ہاتھ ضرور شامل ہوتا ہے، جیسے کہ بغیر حق کے کسی دوسرے کے حق پر قبضہ کرنا وغیرہ۔

فوائد:

❶ دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے، چھیننے اور اس پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز رہنا، خواہ وہ چیز معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

❷ اچھے مسلم وہی ہیں جن کی ایذاءرسانی سے مسلم محفوظ اور مامون رہیں، یعنی جو مسلم اپنے دیگر بھائیوں کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچائے۔

❸ کسی بھی انسان کو سخت سست اور گالی گلوچ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

❹ لوگوں سے ایسی بات بیان کرنے سے پرہیز کرنا جسے سن کر انہیں تکلیف محسوس ہو۔

❺ کسی کی ایسی بات نہ نقل کی جائے جو دوستوں کے درمیان نفرت، عداوت اور دشمنی وجدائی کا سبب بن جائے۔

❻ اپنے ساتھیوں کی کوئی بھی چیز بغیر ان کی اجازت کے نہیں لینی چاہئے جیسے کہ قلم اور اسکیل وغیرہ۔

✸✸✸✸✸

وجوب محبة المسلم لأخيه

ایک مسلم کااپنے دوسرے مسلم بھائی سے محبت کرنالازم اور واجب ہے

حدیث نمبر:۱۴

عَنْ أَنَسٍ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ». [رواه البخاري برقم: ١٣]

انس﷛سے مروی ہے وہ نبی کریمﷺسے بیان کرتے ہیں کہ آپﷺنے فرمایا: ’’تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل ایمان والانہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اپنے مسلم بھائی کے لئے ویسی ہی چیز پسند کرے جو اپنی خاطر پسند کرتاہے۔‘‘

راوی کاتعارف:

یہ انس بن مالک﷛ہیں، انصاری صحابی ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے، یہ بھی زیادہ حدیثوں کے راوی ہیں۔

حدیث کااجمالی معنی:

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایک مسلم کااپنے دوسرے مسلم بھائی سے محبت رکھناواجب ہے۔ اور محبت سے مراد یہ ہے کہ ایسی چیز کی طرف میلان رکھناجودوست کوموافق اور ہمنوابنادے، اور بسااوقات یہ محبت اس کے حواس کے ذریعہ ہوتی ہے جیسے کہ حسن صورت، یاکبھی کسی فعل اور کام کے ذریعہ جیسے کہ اس کی ذات کے لئے فضل اور کمال کی چیز، یااس کی طرف احسان کرکے جیسے کہ نفع بخش چیز کواس کے لئے حاصل کرنا، اور دکھ درد اور تکلیف کواس سے دور کرنا، ایسے ہی اپنے دوست کے لئے اسی طرح کی چیز پسند کرے جس طرح کی چیز اس نے اپنے لئے پسند کی ہے، خواہ یہ چیزیں محسوسات میں سے ہوں یامعنوی چیزوں میں سے ہوں۔ حدیث کاظاہر ہمیں یہی بتلاتاہے کہ آپس میں

مساوات ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کو تواضع اور اچھے عمل پر ابھارنا چاہئے، نیز یہ دینی محبت اس وقت تک نہیں مکمل ہوگی جب تک آپ کینہ، حسد، خیانت، غل، حقد وبغض اور نفرت ودھوکہ دہی نہیں چھوڑیں گے، یہ تمام کے تمام خصال اور صفتیں نہایت مذموم اور حددرجہ بری ہیں۔

فوائد:

❶ ایمان میں کامل ہونے کی یہ علامت ہے کہ ایک مسلم اپنے دیگر مسلم بھائیوں کے لئے وہی کچھ چیزیں پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جو چیزیں اس کے نزدیک معیوب اور بری وناپسندیدہ ہیں، تو انہیں دوسرے کے لئے بھی معیوب اور برا سمجھے۔

❷ بغض وحسد ایمان میں کمی اور نقص کا سبب بن جاتے ہیں۔

❸ ایک مسلم کا اپنے بھائی سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی نیکی، خیر اور بھلی چیزوں کی طرف رہنمائی کرے اور اسے ظلم وزیادتی اور بری عادتوں سے روکے۔

❹ انانیت سے بہت دور رہو اور اس سے بچو، انانیت کہتے ہیں کہ سب سب کچھ بس صرف تمہیں ہی چاہئے کسی دوسرے کو وہ تھوڑی سی بھی نصیب نہ ہو۔

✸✸✸✸✸